تفسیر نور العرفان (قسط ۳۵)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب (۱۹۷۱ء) لکھتے ہیں:

''تبلیغ پر اجرت لینا حرام ہے، نہ پیغمبروں نے اجرت لی، نہ علماء کو حلال۔ تعلیم دین وغیرہ کا اور حکم ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص357)

موجودہ دور میں تبلیغ پر اجرت لینا جائز ہے، حرمت پر کوئی دلیل نہیں۔ انبیا کا تبلیغ پر اجرت نہ لینا اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ دعاۃ کا دور افتادہ علاقوں کا سفر کرنا، وقت نکالنا، سفری اخراجات اور خود کو تبلیغ کے لیے وقف کرنا وغیرہ سے اس کا جواز نکلتا ہے۔

② مفتی صاحب سورت ہود (۶۴) کے تحت لکھتے ہیں:

''پاکستان میں ایک بھینس کے بچہ ہوا، جس کی پیشانی پر محمد لکھا ہوا تھا، گجرات میں مرغی کے انڈے پر محمد اور احمد لکھا ہوا دیکھا گیا۔ بعض پتھروں پر حضور کے نام لکھے دیکھے گئے۔ ایسا ایک پتھر میرے پاس بھی ہے، ان تبرکات کو مٹانا نہ چاہیے، بلکہ ان کا احترام ضروری ہے، کہ یہ نبی کے معجزے ہیں، ان کی بے حرمتی ﴿لَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ﴾ میں داخل ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص357)

نبی کریم ﷺ کا نام نامی اسم گرامی کا ادب ضروری ہے۔ محمد نام اس نیت سے لکھا

جائے کہ یہ نبی کریم ﷺ کا نام ہے، تو اس کے ساتھ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھا جائے گا۔ ویسے کسی کا نام ''محمد'' ہو، تو اس کے ساتھ ایسا نہیں لکھا جائے گا۔ یہاں مسئلہ نیت کا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے منسوب ہر چیز متبرک ہے، مگر آپ ﷺ کا نام تبرکا نہیں رکھا جا سکتا، کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں۔ اس باب میں مروی ساری کی ساری روایات غیر ثابت ہیں۔

کسی چیز پر ایسا عکس بن جائے، گویا کہ لفظ ''محمد'' کندہ ہے۔ اگر وہ کھانے کی چیز ہے، تو اسے کھا لیا جائے، مثلاً روٹی، سیب، وغیرہ۔ اگر کسی جانور پر ایسا لکھا ہوا محسوس ہوتا ہے، تو اس جانور کی کوئی تعظیم نہیں۔ اس سے کام لینے، اسے ذبح کر کے کھا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس چیز کو متبرک قرار دینا دلیل شرعی کا محتاج ہے۔ کیونکہ یہ محض اتفاق ہے۔ کوئی بھی نام اس طرح محسوس ہو سکتا ہے۔ اس ارادہ سے کہ نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی محمد یا احمد لکھے، تو اس کاغذ کی بے حرمتی جائز نہیں، اس کا ادب چاہیے، کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کے نام کی نیت سے لکھا گیا ہے۔ محض محمد لکھنے سے حرمت لازم نہیں آتی۔ کیونکہ کئی انسانوں کے نام محمد ہوتے ہیں، اس سے وہ متبرک نہیں بن جائیں گے۔ اُس میں نبی کریم ﷺ پر ایمان اور آپ کی اطاعت کا عمل دخل ہے۔ ورنہ محمد نام کے لوگ فساق و فجار بھی ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا چونکہ معاملہ نبی کریم ﷺ کی ہستی سے متعلق ہے، اس میں احتیاط چاہیے اور غلو سے بچنا چاہیے۔

③ مفتی صاحب سورت ہود (۷۸) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول اپنے مہمانوں کو ستانے والوں پر ناراض اور ان کی خدمت کرنے والوں سے خوش ہوتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص366)

آیت کی معنوی تحریف ہے۔ بلاشبہ انبیائے کرام کے مہمانوں کی عزت اور احترام واجب ہے، وہ اپنی زندگی میں اپنے مہمانوں کی خدمت کرنے والوں سے خوش ہوتے تھے اور جو انہیں ستاتا تھا، ان سے ناراض ہوتے تھے، مگر انبیائے کرام اور اولیائے عظام جب فوت ہو جاتے ہیں، تو ان کا تعلق دنیا سے ختم ہو جاتا ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ ان کی قبر پر کون آیا ہے، کس حال میں ہے، کیا کہہ رہا ہے؟

④ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جبریل علیہ السلام نے ان شہروں کے نیچے ہاتھ ڈال کر اتنا اونچا اٹھایا کہ وہاں کے مرغوں کی آوازیں آسمان پر پہنچنے لگیں اور ایسا اچانک اٹھایا کہ برتنوں کا پانی تک نہ چھلکا، سونے والے جاگ نہ سکے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص367)

یہ تفصیل محتاج دلیل ہے۔

⑤ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی مرشد نہیں، اس کا مرشد شیطان ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص370)

مرشد صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرنے والے کو کہتے ہیں۔ علمائے حق سے تعلق رکھنا بہت ضروری ہے۔ اہل علم کے ذریعہ عام لوگ کئی گمراہیوں اور فتنوں سے بچ سکتے ہیں، دوسرے لفظوں میں متقی و پرہیز گار علمائے حق کو مرشد بنانا جائز ہے۔

مگر صوفیا کے ہاں جو مرشد ہوتے ہیں، وہ گمراہ باطنی صوفیا ہیں، ان کا اپنا مرشد شیطان ہوتا ہے، یہ لوگوں کو بدعقیدگی، بے دینی، گمراہی اور بدعملی کی طرف لگاتے ہیں۔ ان کو مرشد

ماننا بہت بڑی ضلالت ورسوائی ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ علمائے حق کے ساتھ رہیں، ان سے سیکھیں اور عمل کریں۔ بے دین اور ملحد فکر صوفیا سے بچ کر رہیں، کہ یہ شیطان کے دوست ہیں۔

⑥ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''مؤمن جن صرف دوزخ سے نجات پا جائیں گے، یعنی ان کے لیے جنت نہیں، لہٰذا صحیح یہ ہی ہے کہ جنت صرف مؤمن انسانوں کے لیے ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص373)

انسانوں کی طرح جنات بھی شریعت کے مکلّف ہیں۔ لہٰذا ان میں سے بھی نیکوکار جنت میں اور بدکار جہنم میں جائیں گے۔ ان کے جنت میں نہ جانے پر کوئی دلیل نہیں۔

⑦ مفتی صاحب سورت ہود (۱۲۰) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو سارے رسولوں کے قصے سنا دیئے اور بتا دیئے، کچھ قرآن کریم میں اور کچھ راز داری کے ساتھ، حضور سب رسولوں سے خبردار ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص373)

یہ قرآن کے مخالف عقیدہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ اس وحی سے پہلے فلاں واقعہ سے بے خبر تھے۔ پہلے واقعات کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبریں قرار دیا، تو نبی کریم ﷺ غیب نہیں جانتے تھے۔ غیب اللہ کا خاصہ ہے۔

نبی کریم ﷺ نے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق جو خبر دی ہے، وہ وحی سے دی ہے۔ آپ وحی سے پہلے کچھ نہ جانتے تھے۔

قرآن کریم میں تمام انبیا کے حالات ذکر نہیں ہوئے۔ بعض رسولوں کے واقعات بیان کر دیے اور بعض کے بیان نہیں کیے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ﴾ (النّساء : ١٦٤)

''آپ سے پہلے بعض رسولوں کے حالات ہم نے آپ کو بیان کر دیے ہیں اور بعض کا بیان نہیں کیا۔''

جن کے قصص قرآن کریم میں مذکور ہیں، انہیں تو جانتے ہیں۔ جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ہے، ان کے جاننے پر کوئی دلیل نہیں۔ جن کے حالات بیان ہوئے ہیں، ان سے بھی نبی کریم ﷺ وحی سے پہلے واقف نہ تھے۔ خلاصہ یہ کہ نبی کریم ﷺ تمام انبیائے کرام کے حالات کا علم نہیں رکھتے تھے۔

مفتی صاحب کا دعویٰ کہ کچھ رسولوں کے حالات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم میں بیان فرما دیے اور کچھ کے حالات راز داری کے ساتھ بیان کر دیے ہیں، بلا دلیل ہے، نیز قرآنی نصوص کے بھی خلاف ہے۔

⑧ مفتی صاحب سورت ہود (۱۲۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس آیت میں انبیاء اولیاء کے علوم کتب کی نفی نہیں ہوسکتی، ورنہ یہ آیت منکرین کے بھی خلاف ہوگی، کیونکہ انبیاء کو بعض علم غیب تو وہ بھی مانتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص374)

زمین وآسمان کا غیب صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ علم غیب اللہ کا خاصہ ہے۔

مخلوق میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جو علم تھا، وہ وحی سے تھا، یہی مقام نبوت ورسالت ہے۔ بغیر وحی کے نبی یا رسول کچھ نہیں جانتے۔

❁ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ﴾ (يونس : ٢٠)

''نبی! کہہ دیجیے کہ غیب اللہ کا خاصہ ہے۔''

❁ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾.

(النّمل : ٦٧)

''نبی! کہہ دیجیے کہ زمین وآسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔''

❁ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

يَقُولُ تَعَالٰى آمِرًا رَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقُولَ مُعَلِّمًا لِجَمِيعِ الْخَلْقِ : أَنَّهٗ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ، وَقَوْلُهٗ : ﴿إِلَّا اللّٰهَ﴾ اسْتِثْنَاءٌ مُنْقَطِعٌ، أَيْ لَا يَعْلَمُ أَحَدٌ ذٰلِكَ إِلَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِنَّهُ الْمُنْفَرِدُ بِذٰلِكَ وَحْدَهٗ، لَا شَرِيكَ لَهٗ، كَمَا قَالَ : ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ الْآيَةَ (الأنعام : ٥٩)

''اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ تمام لوگوں سے فرما دیں کہ آسمان وزمین کا کوئی فرد غیب نہیں جانتا، ﴿إِلَّا اللّٰهَ﴾ کے لفظ سے

استثنا منقطع واقع ہوا ہے، یعنی غیب کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، وہ اس صفت میں یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ﴾(الأنعام : ٥٩)''اسی کے پاس غیب کے خزانے ہیں، جن کو صرف وہی جانتا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 680/4)

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ﴾(النحل : ٧٧)

''اللہ ہی کے لیے آسمان وزمین کا غیب ہے۔''

ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی کو علم غیب حاصل نہیں۔

⑨ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ان لوگوں نے کنعان سے تین کوس دور بیت المقدس کے علاقہ میں یوسف علیہ السلام کو ایک ایسے کنوئیں میں ڈالا، جو اوپر سے تنگ تھا، نیچے سے کشادہ، ڈالتے وقت آپ کی قمیص اتار لی اور آپ کے دونوں ہاتھ باندھ کر کنوئیں میں لٹکا دیا، آدھے کنوئیں تک پہنچے تھے کہ چھوڑ دیا......''

(تفسیر نور العرفان، ص376)

ثابت نہیں۔

⑩ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''پہلے اس کنویں کا پانی کھاری تھا، یوسف علیہ السلام کی برکت سے میٹھا ہو گیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص377)

بلاشبہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات برحق ہیں، مگر یہ بات صحیح دلیل سے ثابت نہیں ہو سکی۔

(۱۱) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے؛ ایک یہ کہ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے ہر حال سے خبر دار تھے، دوسرے یہ کہ اللہ کے بندے دور سے بند کوٹھری کی بھی خبر رکھتے ہیں، تیسرے یہ کہ یہ حضرات دور سے مدد کرتے ہیں اور جہاں کسی کی مدد نہ پہنچے، وہاں ان کی مدد پہنچتی ہے، چوتھے یہ کہ یہ حضرات حاضر و ناظر ہوتے ہیں، کہ آپ کنعان میں رہتے ہوئے مصر میں بھی پہنچ گئے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص378)

۱۔ کوئی نبی ولی ہر حال سے خبر دار نہیں ہوتا۔ اس کے پاس وہی خبر ہوتی ہے، جس پر اللہ تعالیٰ اسے مطلع کر دیتے ہیں۔ معجزات اور کرامات عمومی دلیل نہیں ہوتے۔ یعنی کسی معجزے کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ پیغمبر انگلیوں سے پانی جاری کرنے پر قادر ہے، وغیرہ۔

۲۔ دور نزدیک سے مدد کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ انسان وہی مدد کر سکتا ہے، جو اس کے بس میں ہو، یہ مدد اسباب کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد فوق الاسباب بھی ہوتی ہے۔ ہم کسی کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ مجھے شفا دے، میری زندگی بڑھا دے، مجھے اولاد دے، میرے نقصان کو نفع میں بدل دے اور مجھے عزت دے، وغیرہ۔

۳۔ کسی نبی ولی کے بارے میں حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ اگر قرآن وحدیث میں ثابت ہوتا، تو اسلاف امت ضرور یہ عقیدہ اختیار کرتے، ان کا یہ عقیدہ اختیار نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کی تعبیروں کو جاننے والے تھے، ان کے

عقائد واعمال قرآن وسنت کی نصوص پر مشتمل تھے۔

⑫ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ تہمت کی جگہ سے بچو۔''

(تفسیر نور العرفان، ص379)

بے اصل روایت ہے۔

⑬ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اسلام میں تکیہ لگا کر یا چھری کانٹے سے کھانا منع ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص380)

ٹیک لگا کر کھانے سے منع نہیں کیا گیا، البتہ صحیح بخاری (۵۳۹۸) میں ہے کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔

اسی طرح چھری کانٹے سے کھانے کی ممانعت ثابت نہیں۔

⑭ مفتی صاحب سورت یوسف (۳۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس میں اپنے علم غیب کا ذکر ہے، کہ مجھے رب نے غیب کا علم دیا کہ تمہیں کھانے کے متعلق تمام باتیں پہلے ہی بتا سکتا ہوں کہ تم کب اور کیا کھاؤ گے اور اس کھانے کا اثر کیا ہوگا اور کھانا کہاں سے آئے گا؟ یہ فقط مثال کے طور پر فرمایا تھا، ورنہ آپ علوم غیبیہ سے پورے پورے واقف تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص381)

قرآن کریم میں یہ باتیں مذکور نہیں، محض مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے۔ پیغمبر کے معاملہ کو سمجھنا ضروری ہے کہ وہ اللہ کی وحی سے بولتا اور جانتا ہے۔ انبیاء واولیا کے لیے عقیدہ علم غیب ثابت کرنا کفر ہے، دراصل یہ روافض سے مستعار عقیدہ ہے۔ وہ اپنے ائمہ کے

بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ انہیں علوم غیبیہ سے نوازا گیا ہے۔

⑮ مفتی صاحب سورت یوسف (۴۱) کے تحت لکھتے ہیں:

''تم نے خواب دیکھا ہو یا نہ، اب جو میں نے کہہ دیا، وہ ٹل نہیں سکتا۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص382)

ان دو قیدیوں نے خواب ہی تو بیان کیا تھا، جس کی تعبیر سیدنا یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم سے کر دی۔ اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ اب جو میں نے کہہ دیا، وہ ٹل نہیں سکتا، خواہ خواب دیکھا ہے، یا نہیں؟

مطلب یہ تھا کہ جو تعبیر کی ہے، وہ ظاہر ہو جائے گی، کیونکہ اس کی بنیاد خیالات پر نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ محکم علم پر ہے۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یعنی سات، مگر یہ مدت اس تعبیر دینے کے بعد کی ہے، اس سے پہلے آپ پانچ سال رہ چکے تھے، کل بارہ برس جیل میں رہے۔ ﴿اُذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ﴾ کے حروف بھی بارہ ہیں۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص380)

یہ اہل سنت کا انداز تفسیر نہیں۔

⑰ مفتی صاحب سورت یوسف (۴۷) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ نبی دنیاوی اور دینی تمام رازوں سے خبردار ہوتے ہیں، کیونکہ یوسف علیہ السلام نے کاشتکاری کا ایسا قاعدہ بیان فرمایا، جو کامل کاشتکار کو ہی معلوم ہوتا ہے، کہ بالی یا بوسے میں گندم کی حفاظت ہے۔ اس سے پتہ چلا کہ

حضور ﷺ نے جو کھجور کی تلقیح سے منع فرما کر پھر اجازت دے دی، یہ بے خبری کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ ان لوگوں کے جلدی کرنے پر تھا۔ اگر یہ لوگ جلدی نہ کرتے، تو بغیر تلقیح کامیاب ہوتے اور اظہار ناراضگی کے لیے فرمایا: أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُورِ دُنْيَاكُمْ۔''

(تفسیر نور العرفان، ص383)

یوسف علیہ السلام نے وحی سے یہ فرمایا تھا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پیغمبر کامل کاشتکار بھی تھے۔

❁ نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم کو کھجوروں کی پیوند کاری کرتے دیکھا، آپ نے اس سے منع کر دیا، صحابہ آپ کے حکم کی تکمیل و تعمیل میں اس سے رک گئے، لیکن پھل بہت کم آئے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس کی شکایت کی، تو فرمایا:

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ، إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَّأْيِي، فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ.

''یقیناً میں بشر ہوں، جب آپ کو کوئی دینی حکم دوں، تو اس پر (سختی سے) عمل پیرا ہو جائیں اور جب (دنیاوی امور کا) اپنی رائے سے حکم دوں، تو میں بشر ہوں۔''

(صحیح مسلم: 2362)

❁ نیز فرمایا:

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ. ''دنیاوی امور کو آپ بہتر جانتے ہیں۔''

(صحیح مسلم: 2363)

❁ مزید فرمایا:

إِنِّي إِنَّمَا ظَنَنْتُ ظَنًّا، فَلَا تُؤَاخِذُونِي بِالظَّنِّ، وَلٰكِنْ إِذَا حَدَّثْتُكُمْ عَنِ اللّٰهِ شَيْئًا، فَخُذُوا بِهِ، فَإِنِّي لَنْ أَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ .

''یہ میرا گمان تھا، اس کی بنا پر میرا مواخذہ نہ کیجئے، لیکن جب اللہ کی طرف سے کوئی چیز بیان کروں، تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا، کیوں کہ میں اللہ پر ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔''(صحیح مسلم : 2362)

نبی کریم ﷺ نے تلقیح سے جو منع فرمایا، وہ لاعلمی کی بنا پر تھا، کہ شاید یہ لوگ بدشگونی کے لیے ایسا کر رہے ہوں، جبکہ وہ باغبانی کا فن اور طریقہ تھا۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے اپنی بات سے رجوع کیا، یہ تسلیم کیا کہ یہ سب کچھ بتقاضائے بشریت ہوا، لہٰذا میں آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ اس نقصان پر میرا مواخذہ نہ کرنا۔

⑱ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''زلیخا کا یوسف علیہ السلام کی زوجہ ہونا مسلم و بخاری وغیرہ کی حدیث سے بھی ثابت ہے۔ حضور نے مرض وفات میں اپنی ازواج سے فرمایا: إِنَّكُنَّ أَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ صواحب صاحبہ کی جمع ہے، بمعنی زوجہ۔ رب فرماتا ہے: ﴿وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ﴾ یعنی تم یوسف علیہ السلام کی زوجہ زلیخا کی طرح ہو۔ معلوم ہوا کہ حضرت زلیخا یوسف علیہ السلام کی زوجہ ہیں۔ صواحب جمع فرمایا، اس لیے کہ مشبہ جمع ہے، جیسے صحابہ کو کہا جاتا ہے، شموس الہدیٰ، یا اقمار ایمان۔''

(تفسیر نور العرفان، ص383)

یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح کرنا ثابت نہیں۔ حدیث میں جو مذکور ہے کہ عائشہ!

آپ یوسف علیہ السلام والی عورت زلیخا یا دوسری عورتوں کی طرح اصرار کر رہی ہو، تو اس سے زلیخا کا یوسف علیہ السلام کی بیوی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ چونکہ زلیخا نامی عورت یا ان عورتوں، جنہوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، کا معاملہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ ہوا، اس وجہ سے انہیں ''صواحب یوسف'' کہا گیا۔ کسی نے اس سے یوسف علیہ السلام کی زوجہ یا زوجات کا ثبوت فراہم نہیں کیا۔ محض لفظوں کی جنگ لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ قرآن وحدیث کو اسلاف امت کے علم وفہم کی بنیاد پر سمجھنا چاہیے، ورنہ ہر گمراہ اپنے مؤقف پر قرآن وحدیث سے اپنی دلیل کشید کر سکتا ہے۔

(۱۹) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''جب شاہی محل کے دروازے پر پہنچے تو فرمایا: حسبی اللہ، مجھے اللہ کافی ہے۔ بادشاہ ستر زبانیں جانتا تھا۔ اس نے ہر زبان میں آپ سے کلام کیا، آپ نے اسی زبان میں جواب دیا اور عربی وعبرانی زبان میں بھی کلام فرمایا، تو بادشاہ ان زبانوں کو نہ سمجھ سکا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف کل تیس سال تھی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص385)

محتاج دلیل ہے۔

(۲۰) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''شعیب علیہ السلام خوف الٰہی میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص390)

ثابت نہیں ہو سکا۔

(۲۱) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ایک بار آپ (یعقوب علیہ السلام) نے ملک الموت سے بھی پوچھا تھا کہ کیا تم نے میرے یوسف کی روح قبض کر لی ہے، انہوں نے کہا تھا: نہیں، نیز جبریل امین سے بھی دریافت فرمایا تھا، انہوں نے بھی عرض کیا تھا کہ وہ بخیریت ہیں۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص390)

باسند صحیح ثابت نہیں۔

۲۲ مفتی صاحب سورت یوسف (۹۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ بیماروں پر بزرگوں کے تبرکات ڈالنا، چھڑکنا سنت پیغمبر ہے، مردے کے کفن میں کلمہ شریف لکھ کر رکھنا، یا پیر کی قمیص، تہبند رکھنا، اس آیت سے مستنبط ہوسکتا ہے۔''

(تفسیر نورالعرفان، ص392)

تبرکات صرف انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ خاص ہیں۔ ان سے شفا حاصل کی جا سکتی ہے۔ غیر نبی کے آثار متبرک نہیں۔ صحابہ کرام ﷺ نبی کریم ﷺ کے آثار سے تبرک لیتے تھے۔ کسی صحابی، تابعی، تبع تابعی، یا امام محدث سے غیر نبی کے آثار سے تبرک لینا ثابت نہیں۔

نیز اس آیت سے کفن میں کلمہ لکھنے یا پیر کی قمیص یا تہبند وغیرہ رکھنے کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ تبرک صرف انبیائے کرام کے آثار سے جائز ہے۔